

بسم الله الرحمن الرحيم

تصریحا

پاکستان کی قومی زبان !

(آج سے پورے دس ماہ قبل ”پاکستان کی قومی زبان“ کے عنوان سے ہم نے ایک ادارہ سپرد قلم کیا تھا اس وقت بنگالی اور اردو کے متعلق بحث چل رہی تھی، آج کل مندی اور اردو کا تنازعہ زور وں پر ہے اس لئے ہم اسی ادارہ کو قارئین کے سامنے پیش کرتے ہیں)

چند روز پیشتر ملک کے معمر اور محترم سیاستدان جناب نور الامین مغربی پاکستان تشریف لائے اور انھوں نے مشرقی اور مغربی پاکستان کو قریب لانے اور پاکستان کے بقا اور اس کے تحفظ کے لئے رکھی ایک عمدہ اور بہترین تجاویز پیش کیں۔ ان تجاویز میں ایک تجویز ایسی بھی تھی جس سے ہم نور الامین صاحب کے پورے احترام کے باوجود اتفاق نہیں کر سکتے، اور وہ تھی پاکستان کی قومی زبانوں کے بارہ میں۔ نور الامین صاحب نے فرمایا کہ مشرقی اور مغربی پاکستان کو قریب لانے کا ایک ذریعہ یہ بھی ہے کہ بنگلہ کی تعلیم مغربی اور اردو کی تعلیم مشرقی پاکستان میں لازمی قرار دے دی جائے اور دونوں قومی زبانوں کے ملک کے مختلف حصوں میں نفاذ اور رواج کئے لئے فوری اور عملی اقدامات کئے جائیں۔

ہمیں یہ بات معلوم ہے کہ آج سے بہت عرصہ پیشتر ہمارے اس وقت کے ارباب اختیار نے بنگلہ کو قومی زبان کی حیثیت دے دی تھی اور آج وہ بھی ہماری اسی سطح کی قومی

زبان ہے جس سطح کی اردو لیکن اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا کہ یہ ایک ہولناک اور تاریخی غلطی تھی اور ان غلطیوں میں سے ایک جن کی وجہ سے آج مشرقی پاکستان میں ہیں اس المیہ سے دوچار ہونا پڑا جس کی نظیر پاکستان کی پوری تاریخ میں نہیں ملتی، بلکہ شاید جس کی مثال پورے برصغیر کی اسلامی تاریخ میں نہ ہو، اس لئے کہ بنگلہ زبان کا قومی حیثیت سے اعتراف مشرقی پاکستان کی خود مختاری اور علیحدگی تسلیم کرنے کی طرف پہلا قدم تھا کہ ہم نے اس دن علمائے مان لیا تھا کہ بنگال کے لوگ پاکستان کے دوسرے خطوں سے الگ ایک انفرادی مقام رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ جب قائد اعظمؒ سے اس بارہ میں کہا گیا تو انھوں نے اس موضوع پر گفتگو سے ہی انکار کر دیا تھا اور اس پر اصرار کیا تھا کہ ایک پاکستان کی ایک ہی قومی زبان ہوگی اور وہ صرف اردو ہے۔

ویسے بھی یہ بات قابل غور ہے کہ جب پاکستان میں شامل دوسرے چار صوبوں میں سے کسی ایک صوبے کی زبان کو قومی نہیں بنایا گیا تو پانچوں صوبے کی زبان کو یہ مقام دینے میں کیا ناک تھی، جب کہ اردو ان میں سے کسی ایک بھی خطہ کی زبان نہیں بلکہ دو سو برس سے برصغیر کے تمام علاقوں اور خطوں کے مسلمانوں کی علمی اور ادبی زبان چلی آرہی تھی اور پاکستان کے تمام صوبوں کے لوگ یکساں طور پر اسے جانتے، پہچانتے اور مانتے تھے، اور ہم یہ بات بلا خوف تردد کہہ سکتے ہیں کہ اردو جاننے والی بنگالی مسلمانوں کی فی صد شرح کسی صورت بھی پنجابی، بلوچی، سندھی، اور سرحدی مسلمانوں سے کم نہ تھی اور نہ ہے۔

ایسے عالم میں صرف علاقائی تعصب کی بنا پر بنگالی کو اردو کے مقابلہ میں لاکھڑا کرنا کسی حالت میں بھی دانش مندی کی بات نہ تھی اور آج جب کہ ہم اپنے ان خود کردہ گناہوں کی سزا بھگت رہے ہیں، ہمیں چاہیے کہ ایسی تمام غلطیوں کا نہ صرف یہ کہ اعادہ نہ کریں بلکہ ان کے فوری ازالہ کی کوشش کریں تاکہ دوبارہ ہمیں ان کے نتائج بد سے دوچار نہ ہونا پڑے۔

جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس سے مشرقی پاکستان میں مغربی پاکستان کے بارہ میں اور زیادہ غلط فہمیاں پیدا ہوں گی ہم ان کی اس سوچ اور طرز فکر پر افسوس ظاہر کئے بغیر نہیں رہ سکتے اس لئے کہ کسی غلط مفروضے اور غلط خدشے کی بنا پر حقائق کو تبدیل

کرنہ، حق کو چھوڑنا اور باطل کو اپنا نا کھنچی بھی دانش مندی نہیں کہلا سکتا اس لئے کہ ہم جب یہ جانتے ہیں کہ اُردو کسی بھی مغربی پاکستانی صوبے یا علاقے کی زبان نہیں تو پھر ہمیں اس غلط تصور کو غلط قرار دینے میں ہچکچاہٹ کیوں ہے ؟

ہم کیوں نہیں اپنے بنگالی بھائیوں کو یہ سمجھاتے کہ اُردو کو مغربی پاکستانی زبان قرار دینے والے خود تمہارے اور تمہارے ملک کے دوست نہیں بلکہ دشمن ہیں اور یہ چاہتے ہیں کہ تمہیں تمہارے اسلاف کے اس علمی ورثے سے محروم کر دیں جو خود تمہارے مسلمان اکابر نے اُردو میں چھوڑا ہے اور تمہارا رشتہ اس تہذیب و ثقافت سے پیوستہ رکھیں جو تمہارے دورِ علم کی نہیں بلکہ دورِ جاہلیت کی یادگار ہے اور جس پر منہ اور بدعت کی گہری چھاپ ہے

اور انہیں یہ کیوں نہ سمجھایا جائے کہ اگر تمہاری دیکھا دیکھی پاکستان کے دیگر علاقوں نے بھی اپنی اپنی علاقائی زبانوں کو قومی درجہ دلوانے کی کوشش کی تو وہ کیوں کارگر اور بار آور نہیں ہو گئی اور اگر خدا نخواستہ یہ ہو گیا تو پھر ملک کے مختلف خطوں اور ان میں بسنے والے باسیوں کے درمیان کون سا رابطہ اور اتصال باقی رہ جائے گا ؟

اور اگر حالات کے تقاضے یہ نہ ہوں اور ہمارے اربابِ تکد اور صاحبِ اختیار اس کی جرات و ہمت اپنے اندر نہ پاتے ہوں تو پھر کم از کم اُردو کو سرکاری زبان ضرور قرار دے دینا چاہیے کہ قومی زبائیں تو یہ دونوں ہی ہوں کہ اب ہم اس غلطی کے ازالے کی سکت نہیں رکھتے مگر سرکاری دفاتر اور کاروبارِ حکومت میں صرف اُردو ہی استعمال کی جائے تاکہ یہ سارے ملک کی مشترکہ زبان بن سکے اور ملک کے تمام علاقوں کے لوگ اسے پڑھنے اور لکھنے اور سمجھنے پر مجبور ہوں و مگر نہ یہ قطعاً ناممکن العمل ہے کہ سرکاری زبان تو انگریزی رہے اور مغربی پاکستان کے رہنے والوں کو اس کے علاوہ اور دو زبانوں کے سیکھنے پر مجبور کیا جائے کہ وہ اُردو بھی سیکھیں اور بنگلہ بھی کہ نہ بنگلہ ان کی اپنی زبان ہے اور نہ اُردو —

ہمارے وہ اٹھارہ دانش ور جنہوں نے نور الامین صاحب کی اس تجویز کو سراہتے

ہوئے ایک مشترکہ اعلان جاری کیا ہے کہ مغربی پاکستان میں بنگلہ اور مشرقی پاکستان میں اردو کی تسلیم لازمی قرار دی جائے۔ معلوم ہوتا ہے انھوں نے تفکر و تعقل کی بجائے صرف جذباتیت اور سطحیت کا مظاہرہ کیا ہے اور اس کے عملی اور واقعی پہلوؤں پر کوئی توجہ نہیں دی۔

ان میں بیشتر وہ اہل علم اور اہل قلم ہیں جن کا ہمارے دلوں میں بے حد احترام ہے۔ اور کئی ایک وہ بزرگ ہیں جن سے ہمیں اول روز سے نیاز حاصل ہے لیکن ہم نہیں جانتے کہ انھوں نے بغیر سوچے سمجھے کیسے اتنی نامعقول بات کہی۔

کیا وہ یہ نہیں جانتے کہ ایک پنجابی سرحدی، بلوچی اور سندھی کے لئے بنگلہ سیکھنا انگریزی اور عربی سیکھنے سے کتنا دشوار تر ہے کہ ہم نہ اس کے حروف تہجی آشنا ہیں نہ اس کے رسم الخط سے اور ان علاقوں کے لوگوں کا کسی بھی زمانہ میں بنگلہ کے کسی قسم کا بھی تعلق نہیں رہا اور نہ ہی اس زبان میں ہمارا کوئی قدیم سرمایہ ہے اور نہ جدید مسائل، اور مسائل کا حل۔

اور پھر انگریزی کی سرکاری اور بین الاقوامی حیثیت باقی رہتے ہوئے کیا یہ ممکن ہے کہ ایک پنجابی، بلوچی، سندھی یا سرحدی اپنی مادری زبان کی نوک پلک درست کرتے ہوئے اردو بھی سیکھے اور بنگالی بھی کہ یہ اس کی قومی زبانیں ہیں اور دونوں میں بعد المشرقین ہے۔ اور پھر انگریزی کے حصول کی طرف متوجہ ہو کہ یہ اس کے دیس کی سرکاری زبان ہے، جس کے حاصل کئے بغیر مارکیٹ میں اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں، کچھ عربی سے آشنائی پیدا کرے کہ اس کا قرآن اور اس کے آقا و مولے رسول ہاشمی علیہ السلام کی تعلیمات اسی زبان میں ہیں، پھر فارسی سے شناسائی نکالے کہ اس کے بغیر اس کے اردو میں حن اور دل کشی پیدا نہیں ہو سکتی اور یہ سارا کچھ کرنے کے بعد پھر ان علوم کے حصول میں لگے جن کی اس کے ملک اور اس کی قوم کو ضرورت ہے اور جو کشاکش حیات میں اس کے کام آسکتے ہیں۔

کیا یہ دانش مند ان رسمی ضرورت سمجھتے ہیں کہ آسان سارا کچھ کرنا کسی کے بساط

اور بس میں ہوگا اور کیا ان زبانوں کے سکھنے کے بعد اس کے پاس اتنا وقت اور باقی بچ رہیگا کہ وہ ہندسہ، جغرافیہ، کیمیا، طب اور طبیعیات کی طرف توجہ دے سکے اور ان کے مراحل کو طے کر سکے؟

اور پھر اس مسئلے کا ایک اور پہلو بھی ہے کہ مغربی پاکستان میں بنگلہ پڑھانے کے لئے اساتذہ کہاں سے آئیں گے؟ ایسے اساتذہ جو اردو بھی جانتے ہوں اور بنگالی بھی۔ اور پھر وہ مسلمان بھی ہوں کہ ایک نظریاتی ریاست میں ابتدائی اور وسطانی درجوں تک کی تعلیم کے لئے اس نظریہ پر یقین رکھنے والے اساتذہ کا وجود انتہائی ضروری ہے کہ وہ بچے کے ذہن پر اثر انداز ہوتے اور اپنے افکار کے نقوش اس پر مرتب کرتے ہیں جبکہ ہماری معلومات کے مطابق خود مشرقی پاکستان میں پرائمری اور مڈل سکولوں کے اساتذہ کی اسی اور پچاسی فیصد تعداد ہندوؤں پر مشتمل ہے اور ان ہی کی ”برکت“ کے نتیجے میں وہاں کی نوجوان نسل اسلام اور پاکستان سے برگشتہ ہوئی ہے۔ جب مشرقی پاکستان میں حالت یہ ہے تو مغربی پاکستان میں بنگالی پڑھانے والے استاذ کہاں سے پیدا کئے جائیں گے؟

ہم ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے بچپن سے لے کر اب تک عربی زبان کو اڈرہٹ سمجھنا بنائے رکھا ہے اور عربی مدارس سے لے کر عرب یونیورسٹیوں تک میں عربی کی تعلیم حاصل کی ہے اور پھر ہمیں اس سے ایک جذباتی اور قلبی تعلق بھی ہے لیکن اس کے باوصف ہم نے مجالس و محافل میں ہمیشہ عربی کو قومی زبان بنائے جانے پر اختلاف کا اظہار کیا ہے کہ پاکستان میں یہ چیز نامکن الوقوع اور نامکن العمل ہے کہ پورے پاکستان میں علماء اور مدارس عربیہ کی اس کثرت کے باوصف اور ملکی یونیورسٹیوں میں شعبہ ہائے عربی کے باوجود لوگ انگلیوں پر گنے جاسکتے ہیں جو عربی لکھ اور بول سکتے ہوں، اور تو اور ہم نے یونیورسٹیوں کے شعبہ ہائے عربی کے سربراہوں کو دیکھا ہے کہ وہ عربی میں دو دو ڈاکٹریٹ کرنے کے باوجود عربی کے دو حرف بولتے اور لکھتے ہوئے کچکا بنا شروع کر دیتے ہیں اور ان کے مونٹوں پر سٹالین اور چھروں پر زردیاں جم

جاتی اور چھپا جاتی ہیں۔

اور جب حالت یہ ہو تو عربی کو قومی زبان قرار دے کہ جگ ہنسائی کے سوا اور کیا حاصل ہو سکتا ہے۔ اس لئے ہم چاہتے ہوئے بھی عربی کو قومی یا سرکاری زبان قرار دئے جانے کے بارہ میں ہمیشہ حقیقت پسندی رہے اور کبھی جذباتیت کا شکار نہیں ہوئے اور اگر عربی جو ہماری ثابت ک ماضی کی روایات کی امین ہے، کے متعلق ہماری روشش یہ ہے تو منجھکہ کو ہم کیسے قبول کر سکتے ہیں کہ اس سے ہماری عقیدت اور ماضی کی روایات کو بھی کبھی وابستگی اور تعلق نہیں رہا۔

مناہیں ہم اس حقیقت کا بہ ملا اظہار کرتے ہیں کہ پاکستان کی قومی زبان صرف اردو اور صرف ایک ہونی چاہیئے اور وہ ہے اردو جو کسی بھی پاکستانی خطہ کی خاص زبان نہیں بلکہ برصغیر کے تمام علاقوں کے مسلمانوں کا اجتماعی ورثہ ہے اور جسے پاکستان کے تمام صوبوں کے لوگ یکساں طور سے جانتے ہیں اور سمجھتے ہیں۔

نیلز ہم یہ مطالبہ بھی کرتے ہیں کہ اردو ہی کو سرکاری زبان قرار دیا جائے تاکہ انگریزی کے حصول میں جو وقت ضائع ہوتا ہے اسے دوسرے بنیادی اور ضروری علوم کے حصول میں صرف کیا جاسکے اور ان تمام علوم کو اردو میں منتقل کر کے (کہ یہ اس کی پوری پوری صلاحیت رکھتی ہے اور اس کے لئے ہمارے پاس وافر تعداد میں اہلیت رکھنے والے لوگ موجود ہیں) ان کی تدریس و تعلیم اردو میں کی جائے۔ ہمیں امید ہے کہ ہماری معقولیت پر مبنی یہ تجویز صد ابصر اثابت نہ ہوگی ۛ